تصریحات

صہ

عید قربان بت شکنی ہے شکم پروری نہیں:۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ عید قربان کا جب تصور آتا ہے تو منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ کیونکہ ہم نے اسے سامانِ شکم ہی سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ بات سر دینے کی ہے۔ سر لینے کی نہیں۔ مگر ہم ہیں کہ سری پائے کھانے کے ہی موڈ میں رہتے ہیں۔ جب بات "شکم" تک پہنچی ہے تو پھر عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ خدا تک پہنچنے کے بجائے شکم تک ہی رہتے ہیں۔ بس یہی سوشلزم ہے یعنی جب ایک انسان سوشلسٹ کی قماش کا آدمی بن جاتا ہے۔ تو وہ ہر عبادت کو بھی کام و دہن کے چسکوں کے ترازو میں تولتا ہے اس لیے جو جتنا اصلی سوشلسٹ ہوتا ہے اتنا ہی وہ خدا سے بدگمان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تاآنکہ وہ وقت بھی آجاتا ہے جب وہ خدا کو بھی بڑا سرمایہ دار اور سرمایہ داروں کا حامی قرار دے کر اس کو اپنے دیس سے باہر نکال کرنے کا اعلان کر دیتا ہے۔

بہر حال عید قربان کو سمجھنا ہو تو بندۂ حنیف ہو کر سوچیے سوشلسٹ ہو کر نہیں۔

عید الاضحیٰ تقریب بت شکنی ہے۔ سبیلِ شکم پروری نہیں۔ دراصل اس امر کا اعلان ہوتا ہے کہ

الف:۔ جو شے بھی راہِ حق میں حائل ہوگی اس کے گلے پر چھری پھیر دی جائے گی۔ مال ہو یا اولاد شخصی دلچسپیاں ہوں یا گروہی اغراض۔

ب:۔ اور خدا تک پہنچنے کے لیے جتنا اور جیسا کچھ بھی لٹانا پڑا تو دریغ نہیں کیا جائے گا۔ خاندانی روایات۔ مصالح۔ وطن۔ قوم۔ جان و مال۔ اولاد غرض سبھی کچھ! قربِ خدا کے لیے سب کچھ قربان کر دیا جائے گا۔

یہ منزل جلدی ہاتھ نہیں آتی بلکہ اس کے لیے سب سے پہلے اپنا رخ سیدھا کرنے اور رکھنے کے لیے بڑی محنت درکار ہوتی ہے رخ سیدھا نہ رہے تو انسان منزل سے اور دو چار قدم دور جا پڑتا ہے حق تعالیٰ نے اس کے لیے حنیف، منیب، مخلص اور محسن کی خاص زبان اور

اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔

حنیف:۔ وہ ہوتا ہے جو سب طرف سے منہ موڑ کر صرف خدا کا ہو رہے۔
مُنیب:۔ اسے کہتے ہیں جو سدا حق تعالیٰ کی طرف رجوع رہے بھٹک جائے تو ہوش آتے ہی پلٹ آئے۔
مُخلص:۔ کے معنی بے داغ اور خالص کے ہیں۔ یعنی وہ رب کے معاملہ میں مصلحت، وقتی نجی اغراض اور فوائد عاجلہ کی تمنائی آمیزش نہیں ہونے دیتا اسے قلب سلیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔
محسن:۔ سے غرض استحضار، جیسی کیفیت کا اتمام ہے گویا کہ بندۂ حنیف خدا کی ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے جیسے وہ خدا کے دربار میں کھڑا ہے۔

یہ احسان کا مرتبہ ہے، یہ ہاتھ آجانے تو عبدیت کے باقی سب مرحلے آسان ہو جاتے ہیں" اس کے بعد اس کو" اہراق دم (ہدیۂ خون پیش کرنے) کی حکمت بھی موجود اور مشہود محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔ اور یہ کہ" حبیب برحق" کے حضور ایک جان کا نذرانہ لے کر حاضر ہونے میں کتنی لذت ہوتی ہے؟ وہ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان قربانیوں (بُدن) کو شعائر اللہ کہا ہے کیونکہ خدا کے حضور ان کی جانوں کا نذرانہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ خدا کی" نشانی اور علامت" بن گئی ہیں۔ اور یہ بات تبھی ممکن ہو سکتی ہے کہ یہ پورے درجہ اخلاص اور مرتبہ احسان کے ساتھ اپنے رب کو پیش کی جائیں ورنہ یہ ایک جانور ہیں جن کے گلے پر روز ہی چھری چلتی ہے۔ اور یہ چھری بھی وہی روز کی چھری ہے جو قصابوں کے ہاتھ میں رہتی ہے جن کے ساتھ روزانہ لہسن، پیاز کے بھی ٹکڑے کئے جاتے ہیں۔ بلکہ آئے دن جانوروں کے بجائے بندوں کے گلوں پر بھی چھری جا رہی ہے۔ اگر ذہن نہ بدلے، جذبہ میں فرق نہ آئے، ولولوں اور احساسات میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہو۔ اور عشق ومستی کی وہ قدریں کروٹ نہ لیں جو ہدیہ عقیدت کی مظہر ہوتی ہیں۔ اور اخبات و انابت، اخلاص، احسان کی زمین سے اُبھرتی اور پیدا ہوتی ہیں تو وہ خدا کی نگاہ میں" شعائر اللہ" کیسے بن جائیں گے؟ خدا کو تو ان قربانیوں سے نفرت آتی ہے جو شکم یا داتا کے دربار پہنچتی ہیں کیونکہ ان سے خود غرضی اور جاہلی دور کی داغدار قربانیوں کی بو آتی ہے

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ۔

میں جہاں یہ ہے کہ چھری چلاتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہو وہاں یہ بھی

ہے کہ ان پر للچائی ہوئی نگاہ نہ ڈالیے بلکہ خدا کو یاد رکھیے اور صرف خدا اور صرف اس کی رضا کا حصول ان کا محرک ہو۔ اور بالکل اس شرمساری کے ساتھ جیسے "محبوب" کے حضور نذرانہ پیش کرتے وقت جذبات اور ارادوں پر (؟) کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا۔

جہاں تک گوشت کی بات ہے؟ تو وہ صرف آپ کے لیے ہے کیونکہ وہ آپ کے کھانے کی چیز ہے۔ اس لیے خود بھی کھاؤ۔ قناعت شعار و سفید پوش، لوگوں کو بھی دو اور جو سوالی اور نادار ہیں اُن کو بھی کھلاؤ۔

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج ع ۵)

میرے لیے صرف وہ جذبات محبت اور سرشاری رہنے دیجیے۔ جو ممنونیت اور عشق و مستی کے کیفیت اور ورع کا حاصل ہوں۔

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (پ - الحج ع ۵)

کیونکہ اس کی نگاہ تو صرف اس بات پر رہتی ہے کہ خدا آپ کو کتنا مطلوب ہے اور دل میں اس کی کتنی خشیت رکھتے ہیں۔

قربانی کے سلسلے میں تقویٰ، بالخصوص ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ عید "خدا فراموش میلہ" نہ بن جائے اُس دن وہ خدا سے غافل بندوں کی طرح صرف "چہل پہل اور ہاؤ ہو" میں غرق ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ خشیتِ الٰہی اور فکرمندی کا رنگ غالب رہنا چاہیے۔ کسی کی جان جائے اور آپ کی ہوا اُبھرے؟ کچھ زندہ دلی کی بات نہیں ہے۔ لاکھوں جانوں کے گلے پر چھری پھر رہی ہو۔ کروڑوں بے گناہ جانیں تڑپ رہی ہوں اور آپ ہنس رہے ہوں۔ سنگدلی اور بے خوفی کی انتہا ہے۔ جان کسی کی جائے اور درجے آپ کے بلند ہوں۔ کچھ کھیل نہیں ہے اس ہوشربا سین اور منظر کے ہوتے ہوئے بھی اگر آپ پر سراسیمگی جیسی کیفیت طاری نہ ہو تو پھر آپ اپنے سینے کا جائزہ لیں کہیں اس میں دل کے بجائے پتھر نہ دھرا ہو۔

یہ باتیں صرف ایک عام فطری تقاضے کی حد تک تولی جا سکتی ہیں لیکن جہاں تک سراپا روحانیت کی بات ہے؟ وہ تو اس سے بھی زیادہ غور طلب ہے کیونکہ یہ قربانیاں دراصل ایک تہیا۔ ایک عظیم تعلق ایک عظیم ذمہ داری کا اعلان ہیں کہ الٰہی! یہ مال ہے۔ میری جان حاضر ہے تیرے سوا مجھے اور کوئی مطلوب نہیں اور تیری راہ میں خون دینے کی ضرورت پڑی تو بھی آخری قطرے تک بہا دوں گا۔ اور پھر اس فکر سے دل بھی دھڑکتا ہو کہ خدا جانے یہ قربانی قبول ہو یا نہ؟ کہیں یہ میرے

پیٹ کے ذمے نہ لگ جائے یہ اندیشہ بھی دامن گیر ہو کہ کہیں قیامت میں یہ بکرے اور یہ چھترے ہمارے خلاف خون کے دعوے نہ دائر کر دیں کہ جس کے نام پر تو نے میرے گلے پر چھری پھیری تھی تم خود اس کے نہیں تھے، تو نے ناحق میرا خون بہایا۔ اس کے علاوہ یہ ڈر اور دھڑکا بھی لگا ہو کہ خود وہ ذات کہیں ہم سے اس کی باز پرس نہ کرے جس کے نام پر قربانی دی جا رہی ہے کہ تم نے نام میرا لیا لیکن دھندا سارا اپنے پیٹ ناموری اور تفریح کا کیا۔ ایسا کیوں کیا؟ پس کچھ اسی قسم کی کیفیات، کو ینالہ التقوی منکم میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جس دل میں ان مبارک جذبات کا دریا یوں ٹھاٹھیں مارتا ہوگا۔ وہ خدا کے ہاں کتنے عالی مقام کا مالک ہوگا۔ وہ متقی کسی اونچے درجے کا متقی ہوگا۔ اس کی توحید کا نشہ کس قدر دلآویز اور وجد آفرین نشہ ہوگا۔ اس کا پیمان وفا کتنا پیارا اور معصومانہ پیمان اور عہد ہوگا۔ اس کی قربانی کے خون کے ایک ایک قطرے کو لینے کے لیے فرشتے کس طرح لپکتے ہوں گے؛ اس کی چھری کتنی حیات آفریں چھری ہوگی۔ اور وہ سماں کس قدر محیر العقول سماں ہوگا۔ جب ان جذبات کے ساتھ وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر گلا کاٹ رہا ہوگا! اس کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

بہر حال ہاتھ میں چھری لینے سے پہلے ایک دفعہ پھر اپنے کو اس کے لیے تیار کر لیجئے، تاکہ یہ چھری قاتل کی چھری نہ رہے یہ شمشیر مجاہد ثابت ہو۔ جب وہ چلے تو صرف بکرے چھترے کی شہ رگ نہ کٹے بلکہ نفس و طاغوت اور ماسوی اللہ کے ہر فتنے کی شہ رگ کٹ جائے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

(عزیز زبیدی)

بقیہ: حضرت خلیل اللہ کے حالات زندگی

ان کے چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام جو حضرت سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے جنہیں کنعان (فلسطین) میں آباد کیا گیا اور تیسرے ان کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام جنہوں نے عرب کے تمام گوشوں میں اسلام کی تعلیم پھیلائی۔

مرکز اسلام کی تعمیر: ہر تحریک کے لیے ایک مرکز کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عالمگیر اسلامی تحریک کا مرکز تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس مرکز کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا اور خود ہی اس کی تعمیر کی جگہ تجویز کی۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹوں نے وہ مرکز تعمیر کیا جو کعبہ کے نام سے آج ساری دنیا میں مشہور ہے اور جہاں ہر سال حج کا عالمگیر اجتماع ہوتا ہے

یہ ہیں عالمگیر اسلامی تحریک کے امام سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختصر حالات زندگی۔